مطبوعات

امام ابن تیمیہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ضخامت ۴۰۷ صفحات مجلد قیمت ؎ مکتبۂ اُردو لاہور۔

یہ علامہ ابن تیمیہ کی سیرت پر ایک اچھی مفصل کتاب ہے جس میں ان کے حالات اور ان کے علمی و اصلاحی کارناموں کی کافی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اُردو زبان میں علامۂ موصوف کے متعلق اتنی تفصیلی معلومات اب تک یکجا جمع نہ ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے مولف کی یہ محنت قابلِ قدر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کتاب میں علمی سنجیدگی، متانت، تحقیق اور محققانہ تنقید کی بہت کمی ہے۔ اس کو کچھ ایسے رنگ میں لکھا گیا ہے جس کی ایک پی، ایچ، ڈی سے توقع نہ تھی۔ اول تو اس میں سوانح نگاری کے اُسی قدیم طرز کی پیروی کی گئی ہے جو ہمارے ہاں کی کتب سوانح کا عام عیب ہے کہ ایک مصنف جس کی سیرت لکھنے بیٹھتا ہے اسے اپنا "ھیرو" قرار دے کر انسانِ کامل بلکہ ایک طرح کا فوق الانسان ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے کہ تنقید کر کے اس کا اور اس کے کام کا بے لاگ محاسبہ کرے۔ پھر اس پر مزید ستم یہ ہے کہ اس علمی مقالہ میں جگہ جگہ نہایت غیر موزوں طریقہ سے کہیں قصیدہ کی زبان استعمال کی گئی ہے، کہیں وعظ کا اور کہیں ڈرامے کا طرزِ بیان اختیار کیا گیا ہے اور کہیں بے تکلفی کے ساتھ سستی اخباری زبان مستعار لے لی گئی ہے، حتیٰ کہ بعض مقامات پر "مشرقی انداز خطابت" استعمال کرنے میں بھی تامل نہیں کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "اصلاحِ قوم" کے لیے ضرورت سے زیادہ جوش و خروش مولف کو بار بار بے قابو کر دیتا ہے۔ خیر، زبان کی اس بے اعتدالی کو بھی کسی نہ کسی طرح گوارا کیا جا سکتا تھا، لیکن خیالات کی بے اعتدالی اس سے زائد ہے کہ اسے برداشت کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ جناب مولف یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب نوعِ انسانی کے حالات میں غیر معمولی خرابیاں رونما ہوتی ہیں تو اصلاح کے لیے بڑے بڑے نفوسِ قدسیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ حضرات ابراہیم، لوط، موسیٰ، مسیح اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ابن تیمیہ و ابن

حنبل رحمہما اللہ کے ساتھ حافظ، نظامی اور غالب کا ذکر اس طرح کر جاتے ہیں کہ گویا یہ سب ایک ہی قبیل کے لوگ ہیں۔ ایک اور موقع پر انھوں نے تصوف اور اہلِ تصوف پر تنقید کرتے ہوئے یہاں تک بے اعتدالی سے کام لیا ہے کہ معروف کرخی، بایزید بسطامی، ذوالنون مصری اور شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے صلحائے امت کو بھی اہلِ ضلال کے زمرے میں شامل کر دیا حالانکہ مولف کے ممدوح علامہ ابن تیمیہ خود ان میں سے اکثر کے مداح تھے۔ پھر ابن تیمیہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے تو مولف نے کمال ہی کر دیا ہے۔ پہلے ان کے جنازے کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ "۷۵ ہزار عورتیں چھتوں پر چڑھ کر دہائی دے رہی ہیں، بال نوچ رہی ہیں، گریبان چیر رہی ہیں، ڈھائی لاکھ مردوں کا طوفانِ عظیم نوحوں اور فریادوں اور جگر خراش صدا ہائے نالہ وشیون سے تمام فضا کو لرزا رہا ہے اور ۲۵ ہزار عورتیں بے تابانہ جنازہ گاہ تک کھنچی چلی آتی ہیں"۔ پھر یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد بات اس جملہ پر ختم کرتے ہیں کہ ھٰذہٖ اتکون جنائزاھل السنۃ۔ مولف کو اپنے جذبات کے جوش میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ اوپر جس حالت کا نقشہ انھوں نے کھینچا ہے وہ جنائزِ اہلِ سنت کی شان کے بالکل خلاف تھی اور ابن تیمیہ غریب پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہ ہو سکتا تھا کہ جس سنت کی ترویج کے لیے اس نے تمام عمر اپنا خون پانی ایک کیا، اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی عین اس کے سر پر اسی سنت کو جاہلوں نے یوں بے دردی کے ساتھ پامال کیا اور اپنے نزدیک یہ سمجھے کہ ابن تیمیہ کی روح کو خراجِ تحسین پیش کرنے کی بہترین صورت یہی ہے۔